حاصل زندگی

(۱)

قلم سے پھول کھلیں نطق درفشاں ٹھہرے
وہاں چلا ہوں جہاں گردش زماں ٹھہرے

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم اور بے حد عنایت کہ اس نے اس عاجز کو بھی اپنے گھر کی حاضری اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت نصیب فرمائی۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء کی صبح تقریباً ساڑھے پانچ بجے ہم کراچی ائیر پورٹ میں داخل ہوئے کاغذات، پاسپورٹ، سامان کی چیکنگ وغیرہ کے بعد ساڑھے آٹھ بجے سعودی ائیر لائنز کا طیارہ ہوا میں بلند ہوا تو مجھے یہ خوبصورت شعر یاد آیا

تم آسماں کی بلندی سے جلد لوٹ آنا
مجھے زمیں کے مسائل پہ بات کرنی ہے

آدھ گھنٹے کی پرواز کے بعد کوئی ۹ بجے جہاز کے کپتان کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ طیارے میں فنی خرابی کی وجہ سے ہم واپس کراچی جا رہے ہیں۔ وہ فاصلہ جو طیارے نے پہلے آدھ گھنٹے میں طے کیا تھا واپسی پر وہی فاصلہ جوں توں کر کے ایک گھنٹے میں مکمل کیا۔ عملہ اور مسافر دونوں پریشان تھے آخر ۱۰ بجے دن ہم کراچی ائیر پورٹ میں واپس داخل ہو رہے تھے۔ اعلان کیا گیا کہ جدہ جانے والے سعودی ائیر لائنز ایس وی ۷۰۴ کے مسافر دو گھنٹے لاؤنج میں انتظار کریں۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے بعد دوپہر کچھ لوگ نماز ظہر ادا کرنے لگے۔ کراچی ائیر پورٹ میں نماز وضو وغیرہ کا بہترین انتظام کیا گیا ہے۔ میرے سامنے والے بنچ پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے شیشے کی دیوار کے پار ساتھ والے کیبن میں لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا پھر اپنی گھڑی دیکھی بڑبڑاتے ہوئے خود سے کہنے لگے۔

"نہیں ابھی نماز کا وقت نہیں ہوا، ڈیڑھ بجے شروع ہو گا۔ حرم پاک میں جب پہلی دفعہ میں نے نماز ظہر باجماعت ادا کی تو بارہ بجکر ۲۵ منٹ بعد دوپہر کا وقت تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کراچی ائیر پورٹ والے اس بزرگ کی نماز کا وقت یہاں بھی پتہ نہیں شروع ہوا کہ نہیں۔

کوئی ایک بجے سعودی ائیر لائنز سیکورٹی کا ایک نمائندہ آیا کہ دوپہر کے کھانے کے لئے ائیر پورٹ ہوٹل کی بالائی منزل میں تشریف لے چلیں۔ کھانا کھا کر واپس اسی لاؤنج میں آنا تھا۔ دو گھنٹے مزید گزر گئے۔ ۲۷۰ مسافر تھے جن میں سے مرد عورتیں بچے اکثر احرام کی حالت میں تھے۔ رات کے جاگے ہوئے مسافر کچھ اونگھ رہے تھے کچھ تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ مغرب کی نماز کے قریب پر تکلف چائے سے مسافروں کی

تواضع کی گئی۔ رات ہو چلی تھی مگر جہاز کی روانگی کے آثار دور دور تک نظر نہیں آرہے تھے۔ آخر مسافر تھک ہار کر سعودی ائیرلائنز کی انتظامیہ کے گرد ہونے لگے کہ رات یہاں کیسے گزاریں گے۔ کوئی متبادل بندوبست کیا جائے۔ کافی بحث و تکرار کے بعد انتظامیہ کے سربراہ انتظام اللہ نے اعلان کیا کہ ایس وی ۷۰۳ کے مسافر امیگریشن والوں سے پاسپورٹ پر اپنے ملک سے باہر جانے کا اجازت نامہ منسوخ کروا کر ائیر پورٹ سے باہر آجائیں۔ ہم انہیں رات گزارنے کے لئے ہوٹل لے جائیں گے۔ پھر بڑی بڑی قطاریں لگ گئیں۔ مرد عورت بچے بوڑھے تھکے ہارے پھر ایک نئی آزمائش سے گزر رہے تھے۔ میری ہمشیرہ جو عمرہ کے لئے میرے ساتھ جا رہی تھیں مجھ سے کہہ رہی تھیں۔

حبیب! اللہ کا گھر دیکھنا شاید ہماری قسمت میں ہی نہیں ہے۔

قطار میں لگے ہوئے ایک بزرگ کی آواز سنائی دی۔

ہمارے تو گناہ یہیں بخشے گئے۔ آخر کوئی آٹھ بجے رات ہم کراچی کے فائیو سٹار ہوٹل ہالی ڈے ان میں تھے۔ دو دو چار چار مسافروں کے حساب سے کمرے الاٹ کئے جا رہے تھے۔ کمرہ نمبر ۲۲۰ کی چابیاں ہمارے حصہ میں آئیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ ۹ بجے رات کوہ نور ہال میں ڈنر کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ہمارے کمرے میں دنیاوی آرائش و آسائش کی ہر قسم کی جدید سہولت میسر تھی۔ قارئین اس ہوٹل کی مہنگائی کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ مینو کارڈ پر فانٹا بوتل کی قیمت ۵۵ روپے درج تھی۔ گویا سعودی ائیر لائنز والوں نے ہمارے ٹکٹ کا تقریباً نصف اس دن ہم پر خرچ کر دیا تھا۔ نماز عشاء سے فراغت کے بعد ۹ بجے رات ہم کوہ نور ہال میں تھے۔ قیمتی برتن، نفیس جھالریں، جھلملاتے فانوس، روشنی سے ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ ان مسافروں کے عزیز و اقارب جو کراچی کے رہنے والے تھے ان سے ملنے چلے آرہے تھے۔ شاید انہوں نے اپنے اپنے گھروں میں جہاز کی خرابی کی اطلاع دے دی تھی۔ کراچی کے حالات ویسے ہی مخدوش ہیں۔ ایسے میں انسان کے ذہن میں قسم قسم کے واہمے شہد کی مکھیوں کی طرح گردش کرنے لگتے ہیں۔ ہوٹل میں ٹیلی فون کی سہولت کے باوجود میں نے اس خیال سے کراچی میں اپنے عزیز لیفٹیننٹ محمود احمد اور بیٹی کو اطلاع نہ دی تھی کہ وہ ناحق پریشان ہوں گے۔ ہو سکتا ہے وہ یہ خبر سنتے ہی ہوٹل چلے آئیں اور ہم اس وقت ائیر پورٹ کی طرف روانہ ہو چکے ہوں۔ وہ پھر پریشانی میں ائیر پورٹ اتنی دور آئیں۔ کراچی کے فاصلے کون سے کم ہیں۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ رات ۱۲ بجے کے بعد کسی وقت بھی روانگی ممکن ہے۔ مگر جو ہونا ہو وہ ہو کے رہتا ہے۔ میرے ایک دوست کا بھائی جدہ میں رہائش پذیر ہے۔ میرے دوست نے انہیں پہلے اطلاع دے رکھی تھی انہوں نے جہاز کے مقررہ وقت پر جو بھی سواریاں ائیر پورٹ سے باہر نکلیں مجھے تلاش کیا مگر یہ تحقیق نہ کی کہ کون سی فلائٹ آئی ہے۔ میرے نہ ملنے پر انہوں نے فوراً ملتان اپنے بھائی کو اطلاع دے دی کہ آپ کا مسافر نہیں آیا۔ آخر کراچی میں میرے عزیز لفٹیننٹ محمود احمد اور کمانڈنگ آفیسر محمد ظہور نے کراچی ائیر پورٹ سے معلومات حاصل

کر کے ملتان گھر اطلاع دی کہ جہاز خراب ہو گیا تھا۔ ۲۰ گھنٹے کے التواء کے بعد دوسرے دن ۳ بجے کر ۲۰ منٹ پر رات کو جدہ کے لئے روانہ ہوا۔

پاکستان کے وقت کے مطابق ہم تقریباً صبح ساڑھے سات بجے جدہ پہنچے۔ سعودی عرب میں اس وقت ساڑھے پانچ بجے تھے۔ فجر کی نماز جدہ ائیر پورٹ پر ادا کی اور امیگریشن بکنگ کے لئے پھر قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔ یہاں سے فراغت ہوئی تو کسٹم والوں نے آلیا۔ ایک ایک مسافر کے بیگ اٹیچی کیس کھلوا کر ایک ایک چیز چیک کی گئی۔ نئے کپڑوں کے کالر اور آستین چھرے سے پھاڑ دیئے گئے۔ صابن ٹوتھ پیسٹ برش، ہتھوڑی سے توڑ دیئے گئے۔ موٹے جوتوں کے تلووں میں برمے سے سوراخ کر دیئے گئے۔ اٹیچی کیس اور بیگ کے نیچے لگی ہوئی لکڑی، گتہ سب توڑ دی گئی۔ اشیاء کی پیکنگ درہم برہم کر دی گئی۔ یہاں تک کہ بعض مسافر سامان ہاتھوں میں اکٹھا کر کے باہر نکلے۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے کسی دشمن ملک کے باشندے ان کے ہتھے چڑھ گئے ہوں۔ یہ سارا کیا دھرا ان بدنام زمانہ منشیات فروش پاکستانی گماشتوں کا تھا جو ہیروئن، بھنگ، چرس سمگل کرتے اور پاکستان کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ کرتے وہ ہیں اور بھگتتے سب ہیں۔ بہر کیف! ۳ گھنٹے کی ذہنی کوفت سے گزر کر ہم باہر آئے۔ ایک ٹیکسی والے سے مکہ کی بات ہوئی ۲۵ ریال (۲۵۰ روپے پاکستان کے مطابق) فی سواری کرایہ طے پایا۔ چیک پوسٹ پر پاسپورٹ چیک کیا گیا۔ راستے میں پہاڑ کے اوپر ایک پل نظر آیا اس کی شکل کھلی رحل کی بنائی گئی تھی۔ نیچے سے گاڑی گزری تو میرے ہم سفر ساتھی نے بتایا یہاں سے مکہ کی حد شروع ہوتی ہے۔ سڑک کے دونوں جانب بلند و بالا پہاڑ تھے۔ میں نے اپنی ہمشیرہ کو بتایا کہ ہم مکے کی وادی میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک جذباتی کیفیت میں آنسوؤں کے ساتھ انہوں نے میری طرف دیکھا اور کہا۔

حبیب! ہم کتنے خوش قسمت ہیں۔ اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اس نے ہمیں وہ شہر دکھایا جہاں اللہ کا گھر ہے، جہاں رسول پاک ﷺ رہتے تھے، چلتے پھرتے تھے۔ ہم اس قابل کہاں، سب اس کا کرم ہے۔

میری ہمشیرہ نے مکہ مکرمہ میں مسجد سے اپنی ایک قلبی واردات بیان کی کہ جب میں گوجرانوالہ اپنے سب متعلقین سے یہ کہہ کر ملتان واپس آیا کہ اب ان شاء اللہ عمرہ کے بعد ملاقات ہو گی۔ تو ہمشیرہ کہتی ہیں کہ انہوں نے اندر کمرے میں جا کر نماز ادا کی اور بڑی دیر تک روتی رہیں۔ ایسی حسرت کے ساتھ کہ کاش آج والد زندہ ہوتے، میری بھی اتنی حیثیت ہوتی۔ تو بھائی کو اکیلا کبھی نہ جانے دیتی۔ جس کے تیسرے دن چھوٹے بھائی کا پیغام آگیا۔ کہ آپی جان! آپ بھی تیاری کریں۔ بھائی جان کے ساتھ عمرہ پر جائیں گی۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

....